

پاکستانی میڈیا اور مذہبی مباحث

خالد احمد
ڈاکٹر مہدی حسن



مشعل

پاکستانی میڈیا اور مذہبی مباحث

خالد احمد
ڈاکٹر مہدی حسن

ترجمہ: تو قیر عباس

مشعل بکس

آر-بی 5، سینئر فلور، عوامی کمپلیکس

عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور۔ 54600، پاکستان

پاکستانی میڈیا اور مذہبی مباحث

خالد احمد

ڈاکٹر مہدی حسن

ترجمہ: تو قیر عباس

کالی رائٹر اردو © 2013 مشعل بکس

ناشر: مشعل بکس
آر-بی-5، سینئر فلور،
عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن،
لاہور-54600، پاکستان

فون فیکس: 042-35866859

Email: mashbks@brain.net.pk

<http://www.mashalbooks.org>

پرنسپر: بی پی ایچ پرنسپر، لاہور

قیمت: 140/- روپے

فہرست

5	پاکستانی لی وی چینز پرمذہبی مباحث
9	مابعد نائن الیون گرم بازاری کے تحت اسلامائزیشن
13	اوچھے طبقے کا اسلام اور اس کے میزبان
17	معتدل بصریں کی کی
19	علماء اور ان کی یک زبانی کا فائدہ
21	ریاستی جواز کو چیخنے
23	جمهوریت اور میڈیا: توازن کی نئی اخلاقیات کی ضرورت
25	جہاد اور سرکش علاقوں کی تخلیق
27	نیشنل سیکورٹی کے لیے انتظامی قربانی

31	پاکستان کے چھریاتی ستون
39	کیا میڈیا پاکستان میں اچھے انتظام کو فروغ دے رہا ہے
45	وہشت گروں کی مدد
49	عبدالرشید غازی ہیر و بنادیا گیا
53	جہادی اور ان کے سرپرست

پاکستانی میڈیا اور مذہبی مباحث

خالد احمد

نئے پرائیویٹ میڈیا اور مذہبی مباحث کا تعلق غالباً نہ ہے۔ بعض چینلوتوں علامے کے ریکارڈ شدہ لیپکھروں کے لیے مخصوص ہیں۔ یہ علماء اسلام کے اساسی قوانین پر بحث کرتے ہیں۔ لیکن بعض معاملات میں ایک سے زیادہ نقطہ ہائے نظر پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جس کے نتائج بہت مختلف اور متاثر کن ہیں۔ بعض دفعہ ناظر مسلمانوں سے مایوس ہو کر فی وی بند کر دیتا ہے کہ مسلمان کبھی اکیسویں صدی سے مصالحت و مفاہمت نہیں کر سکتے۔ اس کی سادہ سی وجہ یہ ہے کہ ماہرین کی دانش مندانہ استعداد اور قابلیت اتنی نہیں کہ وہ اس بلندی پر آ کر بات کریں جس کی کوشش علامہ اقبال نے اپنے خطبات اسلامی فکر کی تعمیر نہیں کی تھی۔ بڑے دکھ کی بات ہے کہ میڈیا اقبال سے پہلے کامزہبی نقطہ نظر پیش کرتے ہوئے اسلامی عمرانیات کے خلاف مقبول رویہ کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔

جب کبھی یہ چینلو تصویر کے دونوں رخ پیش کرنے میں کامیاب ہوئے، اس کا نتیجہ بہت صحیح رہا ہے۔ تقریباً ہر روز پاکستانی مذہبی و مذہبی وسائل کے نقطہ ہائے نظر کا اختلاف سامنے آتا ہے۔ یہ کام اس وقت ہوتا ہے جب دو مبصر گفتگو میں شامل ہوتے ہیں لیکن بات زیادہ تر معاملات میں مختلف مسائل پر رجعت پسندانہ جماعت تک رہتی ہے اور اسی کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے جس سے پریشانی اور عدم اطمینان پیدا ہوتا ہے۔ اصل میں مذہبی ماہرین کے ساتھ غیر مذہبی ماہرین کو بٹھانے کی ذرا بھی کوشش نہیں کی جاتی کہ جس سے ایک حقیقت پسندانہ نقطہ نظر پیش ہو سکے۔ اکثر

دانش و ران طاقت و رمذہبی ملاؤں کا سامنا بھی نہیں کرنا چاہتے، جو کسی بھی بات پر شرک اور بدعت کا فتویٰ جڑ سکتے ہیں۔ اس معاملہ میں تی وی چینٹر پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ انہیں مناسب اور صحیح مبصر دستیاب ہونے تک انتظار کرنا چاہیے تاکہ مفید بحث ہو سکے۔

مثال کے طور پر 23 جنوری 2003ء کو ایک تی وی چینٹل نے حجاب (برقعہ) کے موضوع پر مباحثہ کروانے کی کوشش کی، جس میں مصراں بات کے قائل تھے کہ کوئی عورت بغیر حجاب کے گھر سے باہر نہیں جاسکتی لیکن حجاب کی سختی پر اور پردے داری پر ان کی آراء میں اختلاف تھا۔ ایک فریق کا کہنا تھا کہ چہرے کے ایک حصے کے علاوہ پورا جسم ڈھکا ہوا ہونا چاہیے جبکہ دوسرا فریق کا کہنا تھا کہ ٹوپی والا برقدہ، جس کی حمایت طالبان کرتے ہیں۔ ایک اور تی وی چینٹل پر ڈاکٹر اسرار نے قرآن کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ کس طرح حضور ﷺ کی بیویاں چادر کے ساتھ جسم ڈھانپا کرتی تھیں اور جب وہ مدینہ سے باہر جاتیں تو ان کے چہرے پر ایک اضافی نقاب بھی ہوتا تھا۔ انہوں نے مزید بتایا کہ اس کا مقصد انہیں برے آدمیوں کے شر سے بچانا تھا جو بے حجاب ہوتے تو ان کو چھیڑا کرتے تھے لیکن مسلم خواتین کو حجاب کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے اور جانے دیتے تھے۔ پاکستانی سماج میں مذہبی وہڑے الہیاتی پیغام سے جو فتویٰ اخذ کرنا چاہتے ہیں وہ بہت شدید اور ناقابل عمل ہے۔ اگر اس حوالے سے کوئی قانون نافذ ہوتا ہے تو نہ صرف پاکستان بلکہ پوری اسلامی دنیا میں فساد پھیل جائے گا۔

دیگر کی بات یہ ہے کہ فرحت ہائی، جو برقدہ اوڑھنے والی خواتین کی رہنمائی، اپنے تی وی پروگرام میں اس طرح آتی ہے کہ برقدہ سے اس کی صرف آنکھیں باہر ہوتی ہیں۔ یوں برقدہ اوڑھنا ان قوانین کی خلاف ورزی ہے جن پر دوسرا پروگرام میں بحث ہوئی تھی۔ پیرس میں مسلمانوں کا حجاب صرف سکارف کے ساتھ بالوں کو ڈھانپنا ہے۔ بذات خود پاکستان میں خواتین کی اکثریت، جو ملزمت پیشہ ہے، وہ کسی قسم کا برقدہ نہیں اوڑھتیں، جبکہ کچھ دیگر خواتین مختلف قسم کے برقدہ اوڑھتی ہیں اور کچھ فرحت ہائی کی طرح برقدہ یوں اوڑھتی ہیں کہ ان کی آنکھیں صاف نظر آ رہی ہوتی ہیں۔ پشاور میں حبہ ایکٹ کے نفاذ کے بعد متعدد مجلس عمل (ایم ایم اے) کیا کرے گی اور اگر پنجاب اور سندھ اپنے بڑے شہروں میں اس قانون پر عمل درآمد نہیں کریں گے جہاں دفاتر میں خواتین کی تعداد بڑھ رہی ہے اور وہ مردوں کے ساتھ کام کرتی ہیں تو اس حجاب کا

کیا فائدہ ہوگا۔ یہ مذہبی دھڑے پاکستان پیپلز پارٹی (پی پی پی) کے بارے میں کیا فیصلہ کریں گے جس کی رہنمای بر قلعہ نہیں اور رہنمای اور بھاری اکثریت سے جیت جاتی ہے۔ پاکستانیوں کی اکثریت یہ سوچتی ہے کہ سرکوڈھانپ کے رکھنا کافی ہے۔ جارحیت پسند علاوہ طبقے کے سامنے ست ہونے کے بجائے ٹی وی جنینز کو تھوڑا مزید کام کر لینا چاہیے۔ اپنے مذہبی پروگرام کے لیے پہلے درست مقررین کا انتخاب کریں۔ علاوہ ازیں ان پروگراموں کے میزان بانوں کو بھی کم چاپلوں اور خوشامدی ہونا چاہیے۔ مذہبی پروگرام کو کیسے متوازن رکھا جاسکتا ہے اور مذہب میں مزید بہتری کیسے لائی جاسکتی ہے، اس کی بہترین مثال پی ٹی وی کا سوال جواب کا مذہبی پروگرام تھا جو 23 جنوری 2004ء کو نشر ہوا، جس میں مہمان عالم دین حسین محمد جعفری تھے، جنہوں نے اسلام کے ابدی اصولوں اور بدلتے زمانے میں ان کے نفاذ پر واشگاف الفاظ میں شاندار انداز میں بات کی۔ انہوں نے اکیسویں صدی کے پاکستان کے لیے کئی مسائل کو بہت آسان کر دیا اور کہا کہ اسلام کے بنیادی اصولوں کو قائم رکھتے ہوئے ان کے نفاذ میں تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ اس نے مزید کہا کہ اس بات پر نبی اکرم ﷺ کے ساتھیوں نے عمل کیا لیکن قرون وسطی میں مسلمانوں نے تقلید کی وجہ سے اسے ترک کر دیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ مسلمان اسلام کے قدیم پیغام کو سیاست کے ساتھ جوڑ کر بہت بدسلوکی کر رہے ہیں، تاہم کسی بھی حالت میں ان ابدی مباحث کا کیا فائدہ جب ایران نے سنگاری کی ممانعت کر دی ہے اور مصر نے سود کو جائز قرار دیا ہے۔

ایک وقت تھا پاکستان ٹیلی ویژن (پی ٹی وی) آمرلوں کے لیے اسلامی جنینز الہانے کی خاطر برین واشنگنگ کرتا تھا۔ اور کئی برس تک نظریے کو دانش مندانہ انداز میں سمجھانے اور حل کرنے سے کافی کتر اتارتا۔ اور یوں اس نے بہت سے کڑوے اور سخت گیر مولویوں کو طاقت اور قوت بخش دی۔ آج ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پرائیوریٹ ٹی وی جنینز غیر شعوری طور پر یہی کر رہے ہیں۔ وہ بھی عوامی ذہن کو کچھ اسی قسم کا کام سکھانا چاہتے ہیں۔ اس لمحے ریاست کا اپنا چینل پی ٹی وی اس پُر تشدد ماحول میں بہت معتدل آواز بن چکا ہے۔ یہ نتیجہ اخذ کرنا ذرا مشکل نہیں کہ میڈیا کی رائے کے ذریعے پاکستان اس تشدد پسندی سے باہر آ سکتا ہے۔ پرائیوریٹ ٹی وی جنینز کا فرض ہے کہ وہ اپنے مذہبی پروگراموں کو احتیاط سے دیکھیں اور ان میں سے پُر تشدد خیالات کو خارج کر دیں۔

MashaiBooks.org

مابعدناںن الیون گرم بازاری کے تحت اسلامائزیشن

خالد احمد

پاکستان میں 1948ء سے قرارداد مقاصد کے تحت اسلامی عمل کا آغاز ہوا۔ اس کی انتہا جzel ضیائلحق کی فوجی آمریت کے دور حکمرانی (1979ء-1988ء) میں ہوئی جب اس نے جبری طور اسلامی وفعات قوانین میں داخل کر دیں۔ جzel ضیائی کے بعد ریاست نے واپس پہلی حالت میں جانے کی کوشش کی لیکن حکومتیں اتنی مضبوط نہیں تھیں کہ اس عمل کو ختم کر دیا جاتا۔ دو مثالوں میں صدر نے منتخب حکومتوں کو آرٹیکل 58 ٹو۔بی کے تحت ختم کیا۔ ان پر یہ ازام بھی تھا کہ حکومت نے اسلامائزیشن کے عمل کو روک دیا ہے یا انظر انداز کر دیا ہے۔ 1995ء میں کامیاب فوجی حملہ کے تحت ڈی اسلامائزیشن کا عمل ہوا جس کی بنیاد پر حملہ کیا گیا تھا۔ 1998ء کے بعد وزیر اعظم نواز شریف نے پندرہ ہویں ترمیم کے تحت اسلامائزیشن کو دوبارہ شروع کیا لیکن وہ دوبارہ ناکام ہوا۔

جزل پرویز مشرف کے دور میں ڈی اسلامائزیشن کا عمل شروع ہوا۔ اس کے لیے بالواسطے عالمی دباؤ بھی تھا۔ یہ سب کچھ اقوام متحده کی سیکورٹی کونسل کی قرارداد 1373 کے چارٹر کے ساتوں باب کے تحت ہوا۔ عام طور پر کسی بھی حکم کو کسی جبراً ورثد کے تحت اسے عام حالت میں لا یا اور اسے ختم کیا جاسکتا ہے۔ عام طور پر قوانین ناقابل تبدیل ہوتے ہیں لیکن حکومت ان کے نفاذ کو کا لعدم کر دیتی ہے۔ ایک مخالف دعویٰ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ اگر کوئی پر شدد حکم معاشرے کو بد لئے کے مقصد کے تحت ہو اور اسے چند برس تک قائم رکھا جائے تو مطلوبہ معاشرہ اسے خود میں جذب کر لیتا ہے اور اس کے اثرات معاشرے میں سراست کر جاتے ہیں۔ یوں عوام کی طرف سے

اسلامائزیشن کا مطالبہ ناقابل تخفیف ہو جاتا ہے۔ پاکستان کے حوالے سے اظہارِ خیال اتنا شدید رہتا ہے جتنا جزل ضیا کے دور میں تھا کیونکہ عوامی ذہن آمریت کی پوری دہائی میں سیکولر اظہارِ خیال سے نا آشنا ہو چکا ہے۔ جب 2002ء میں پرائیویٹ ٹی وی چینلز کھل گئے، اس وقت ماکان عوام کی طرف سے مذہبی پروگراموں کی طلب دیکھ کر ششدروہ گئے۔

پاکستان میں ٹی وی پر مذہبی ابلاغ کا عمل مارکیٹ کا پیدا کردہ ہے اور یہ تنشدِ نیاد پرستوں کی لذت کام و دہن کا سبب بنتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس تخارہ نائپ اور جادوؤں نے قائم کے پروگرام اور ان پر اظہارِ خیال کو بھی تقویت ملی۔ جزل ضیا کی آمریت میں ریاست کا صرف ایک ٹی وی تھا جبکہ جزل پر ویز مشرف کے دور میں کئی پرائیویٹ ٹی وی چینلز تھے اور ان پر مذہبی مباحث ہوتے تھے لیکن جزل ضیا نے جو کچھ ایک ٹی وی چینل سے حاصل کیا وہ کئی گنازیاہ ہے۔ اسلام کے لیے اس بھاگِ دوڑ نے ابتدائی جہادی مذہبی طبقے کو خوب امدادی جو ریاست کے متوازی طاقت کا ایک مرکز بن چکے تھے۔ یونائیٹڈ نیشن کمیٹی نے 1373 کی قرارداد کے تحت دہشت گردی کی روک تھام کے لیے جن تنظیموں پر پابندیاں لگائی تھیں وہ موجود ہیں اور پرائیویٹ اسلامائزیشن کے لیے اپنی قوتیں صرف کرتی رہیں۔ درحقیقت 2002ء میں جزل پر ویز مشرف نے ملدانہ جذبات کے تحت جب یہ اعلان کیا کہ شہروں پر جہادی قابض ہو جائیں گے اور لوگوں کو زبردستی اسلامی بنانے پر مجبور کریں گے تو اس بات نے جہادی اور فرقہ پرست مذہبی دھڑکوں کو بہت حوصلہ دیا۔

11 ستمبر 2001ء کو ٹی وی پر اظہارِ خیال بہت شدید اور سخت ہو گیا کیونکہ اس پروگرام کو ہر اول دستہ کے طور پر لیا گیا۔ اس کا میزبان ایک مولوی تھا جو پر ویز مشرف کی طرف سے امریکہ کی تابع فرمانی سے ڈرتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پر ویز مشرف نے تنشدِ مذہبی سرگرمیوں پر پابندی لگادی۔ یہ سب کچھ بعد میں ہوتا نظر آتا ہے، جب پر ویز مشرف نے مدارس کے نصاب، جو نظریاتی باتوں سے بھرا ہوا تھا، اسے معتدل کرنے کی کوشش کی۔ اس کا مزید مرکب اسلامی عالم جہالت کی شکایت سے تیار کیا گیا جسے 2003ء میں امریکہ کے عراق پر حملے سے مزید تقویت ملی۔ چونکہ اس حملے کی پاکستانی معاشرے میں ہر سطح پر مخالفت ہوئی۔ ٹی وی نے اس اظہارِ خیال کو ایک نئی برتری کے ساتھ متعكس کیا۔ مقرر بھی نیا تھا۔ نئے ٹی وی چینلز کی ابتدائی چونکہ پاکستان سے باہر ہوئی، اس لیے بعض دفعہ مغرب اور مغربی میڈیا کے خلاف خاص مقصد کے تحت بیانات کی ابتدائی ہوئی اور

مذہبی مباحث میں واضح جھکاؤ بھی ظاہر کیا گیا جس سے پاکستان کی فضائیں تباہ اور دشمنی کا ماحول پیدا ہوا اور بربریت پیدا ہوئی۔ نتیجتاً ایک دوسرے کو خلاف سمجھا جانے لگا اور دوسروں کے نقطہ نظر کو سمجھنے کے قابل نہ سمجھا گیا۔ ٹی وی نے پھر ایک اور قسم کے دکھ کا اظہار شروع کر دیا جس میں عالمی ناالنصافی کے خلاف احتجاج بہت کم جبکہ اسلامی حکومت کی نااہلی کا دکھ زیادہ تھا۔ جو کچھ ہو رہا تھا اس سے کیبل ٹی وی نے بھی خوب فائدہ اٹھایا اور اپنا کمرشل ازم شروع کر دیا اور کئی چیزوں صرف ایک مولوی کے لیے مختص کر دیئے۔ مثال کے طور پر چکوال کا اکرم اعوان، جو واضح طور پر مسلح افواج کے ساتھ کھڑا تھا۔ ڈاکٹر اسرار احمد، جس نے لاہور میں ایک تنظیم قائم کی جس کا مقصد خلافت کا قیام تھا۔ انتہیا کا ذرا کرنا یہیک، جو دنیا کو بدلتے کی خواہش رکھتا ہے۔ ساتھ افریقہ کا مرحوم احمد دیدات، الہندی، کی مس فرحت ہاشمی، جو پیدائشی امیر خاتون ہے۔ علامہ طاہر القادری، جو لاہور کی مذہبی پارٹی کا بریلوی رہنماء ہے اور جس کی شہرت یورپ سے آگے تک ہے۔ آخری دو شخصیات کے بارے میں افواہ ہے کہ وہ پاکستان چھوڑ کر یونیورسٹی اور یورپ جا بے ہیں جہاں وہ مفت بخش تبلیغ میں مصروف ہیں۔ پاکستان میں ان دونوں شخصیات کے اپنے اپنے ادارے کام کر رہے ہیں۔ کئی قسم کے ریکارڈ پروگراموں میں دیگر مذاہب کے مبلغین سے مسلم علماء کو مناظرہ جیتنے دکھایا گیا۔ ایک ٹی وی چیل نے تو ڈاکٹر اسرار احمد کو یہاں تک استعمال کیا کہ اسے یہ پیغام پھیلاتے سنایا گیا کہ بہت جلد امام مہدی کا ظہور ہونے والا ہے جو بدی کی طاقتؤں سے حتیٰ جنگ کر کے اسلام کو فتح یاب کرے گا۔ میڈیا نے معاشرے کے ذہن پر کتنے اثرات مرتب کیے اس کا ثبوت یہ ہے کہ پاکستان کے ہر شہر سے کئی امام مہدی ظاہر ہوئے اور انہیں گرفتار کیا گیا۔

پرائیویٹ ٹی وی چینلوکی وجہ سے جزل پروڈیمشر کا دور دراصل اثرات کے حوالے سے اسلامی دور تھا بہ نسبت ضیا کے دور کے۔ اصل میں اسلامی اظہار خیال کا لالب ولجه بہت جارحانہ تھا۔ اگرچہ اس میں بالآخر نہیں تھا اور سیکولر اور معتدل لوگوں کو آگے آ کر بات کرنے اور مقابلہ کرنے کی بھی آزادی تھی تاہم اس سے تیز مزاجی اور غصہ پیدا ہوتا تھا اور نوجوان سامعین بڑھ کر دفاعی مورچے سنبھالتے اور مذہبی مبصرین کا دفاع شروع کر دیتے تھے۔ قرآن اور حدیث سے حوالہ نہ دے سکنے کی وجہ سے معتدل مبصرین امتحان میں بیٹلا ہو جاتے تھے اور ان کا لجھ مغذرت خواہا نہ ہوتا تھا۔ جبکہ ڈاکٹر اس پر ان کے نقطہ نظر کے خلاف خیالات کا جھوم ہوتا تھا۔ سامعین ان بیرونی آراء سے

متاثر نظر آتے جن کے ذریعے ٹی وی چینل بذات خود ایک نقطہ نظر پیدا کرتے تھے۔ باجماعت نماز کا مظاہرہ جزل خیاکے دور میں اور اس کی موت کے بعد یکھنے میں آیا لیکن مساجد کی صحیح حاکمیت اور سلط پرویز مشرف دور میں نظر آیا۔ اصل میں یہ سب پرویز مشرف کی لبرل پالیسی بمقابلہ میڈیا کا کھیل تھا۔ پھری بات یہ ہے کہ خود کو جینوں محسوس کرنے والے اور اپنی فکر میں راح لوگ سوچتے تھے کہ وہ آزادی کی فضائیں تبدیلی کا سبب بنے ہیں۔ دوسری طرف سیکولر سوچ رکھنے والے لوگ تھے۔ وہ خلائی اقدار کو پیش کرتے نظر آتے تھے اس لیے ان کا الجھہ معدرت خواہانہ تھا۔

اوچے طبقے کا اسلام اور اس کے میزبان

خالد احمد

ٹی وی چینل کے مذہبی مبصرین اور سائینس کے درمیان وہ دلخراش لمحہ بھی آیا جب اسلامی تصوف کے مدعی کا تمثیر اڑایا گیا۔ پاکستان کا کچھ بریلوی مزاج ہے جو رقص اور موسیقی کے ذریعے صوفیا کے سلسلے پر فرار رکھتا اور اس کی اجازت دیتا ہے۔ پاکستان میں صوفی سلسلے کی روایت کا سب سے بڑے نمائندہ مرحوم اشfaq احمد تھے۔ جو ڈراموں اور انسانوں کا مقبول لکھاری تھے۔ وہ سرکاری ٹی وی پر ایک ہفتہوار پروگرام کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ کسی مکالمے کی شکل میں ظاہر نہیں ہوا بلکہ صوفی ازم کو یکسر دکر دیا گیا۔ اشFAQ احمد نے الہام دیتھ عالم شیخ سرسودی اور بریلوی عالم صبیح قادری سے گفتگو کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ پہنیں مسلمانوں کو بے دل اور قتل اس لیے کیا گیا کہ وہاں کوئی مسلمان بابا یا صوفی نہیں تھا جو انہیں دعوت دیتا کہ اپھے مسلمان بنو۔ انہوں نے کہا کہ بھارت مسلمانوں کے صوفیا کی وجہ سے محفوظ رہا۔ وہ لوگوں کے درمیان رہتے ہوئے ان کے لیے زندگی کو آسان بناتے تھے۔ دوسرا جی سائنسدانوں نے فون کیا کہ پیری مریدی کوئی چیز نہیں بلکہ یہ جھانسا اور فریب ہے جس کا سبب ناخواندگی ہے۔ شیخ سرسودی نے اشFAQ احمد کو یاد دلایا کہ افغانستان میں کوئی ”بابے“ موجود نہیں، صرف طالبان ہیں جو پیری مریدی پر یقین نہیں رکھتے۔ اس نے مزید کہا کہ اسلام میں تصوف کے لیے رہبانیت کی اجازت نہیں۔ اسلام کے قائم کردہ معاشرے میں ”بابوں“ کی کوئی جگہ نہیں۔ اس نے یہ بھی کہا کہ پہنیں مسلمانوں کے عیش و عشرت کی وجہ سے ان کے ہاتھ سے گیا، نہ کہ اس وجہ سے کہ وہاں ”بابے“ نہیں تھے۔ اس مکالمے نے مقبول

مذہب اور ریاست کے اوپنے درجے کے مذہب کے درمیان ہر قسم کی مفاہمت کے امکان کو ختم کر دیا۔ سماجی سائنسدانوں نے پاکستان میں انتہا پسندی کو ہوادینے والے ملتِ فلکر کا نادانستہ طور پر ساتھ دیا۔ وہاں موجود بریلوی عالم نے اپنی بریلوی حیثیت سے دست بردار ہونے کا فیصلہ کیا اور اشغال احمد کو مذاق کا نشانہ بننے دیا۔ میزبان نے جس قسم کے مکالے کا وعدہ کیا تھا ایسا کوئی مکالمہ نہ ہو سکا۔ مذہب کے اس رُخ کو سر دست رد کر دیا گیا۔ مغرب پر حملہ کر کے بنیاد پرست مذہبی دھڑکے کی بنیاد کو چھوٹنے کی کاوش بھی کام نہ آئی۔ اسلامی تصوف اپنی فلسفیانہ بنیادوں پر دیگر عقائد سے مکالمہ کرنے کی امیت ضرور رکھتا ہے۔

ٹی وی میزبانوں نے مذہب کا کروارادا کیا ہے۔ علماء کے ساتھ تمام میزبانوں نے خوشامد انہی روپیہ روا کھا اور ان کے تمام تر جارحانہ اظہار خیال کو بغیر کسی چیک کے نشر ہونے دیا۔ میزبان جن موضوعات پر بحث کر رہے تھے ان کی وہ خود زیادہ جائزگاری نہیں رکھتے تھے۔ یہی چہالت اُن کی خوبی بن گئی کہ وہ علماء اور سیکولر لوگوں سے برابری کا سلوک کرتے رہے۔ لیکن اس چہالت کا فائدہ مذہبی مبصر کو ہوا۔ زیادہ تر مباحثت سے یہی بات عیاں ہوتی ہے کہ میزبانوں نے کسی قسم کی کوئی مداخلت نہ کی اور جب سیکولر مبصر کے ساتھ مولوی اور سامعین نے براسلوک کیا تو اس سے صرف اتنا اطمینان حاصل کیا گیا کہ اسلام کو فتح یاب اور سیکولر معتدل شخص کو ہمارا تسلیم کرنے پر مجبور کیا گیا۔ سامعین، جن کا انتخاب میزبانوں کو سننے کے لیے کیا گیا، اور انہیں مختلف سوالات کرنا تھے، وہ بھی اس بحث میں شریک ہو گئے۔ اگرچہ یہ کام بلا ارادہ ہوا مگر اس سے معاشرے کا نقطہ نظر سامنے آیا جو خود کو حکومت کی مخالفت میں دیکھنے جانے میں فخر محسوس کرتا تھا۔ جہاں علماء کے مذہبی پروگرام شفاف اور بیماری سے متعلق تھے اور مارکیٹنگ کے تھے وہاں علماء تعلیم و تکریم کا سلوک رہا، انہیں ایک طرح سے دیوبنبا کر پیش کیا گیا۔ خاص طور پر عالم آن لائن اور استخارہ، جیسے پروگراموں میں ان کی بہت تعلیم کی گئی۔

چونکہ بڑے پرائیویٹ ٹی وی چینل دیگر ممالک میں قائم تھے اس لیے وہ جلاوطن پاکستانیوں کے روپیوں کو منعکس کرنے اور پیش کرنے کے قابل تھے۔ جلاوطن پاکستانی مسلم کی انتہا پسندی کا صحیح مطالعہ نہیں کیا گیا تھا سو اے ان چند بالتوں کے جو برطانیہ میں رہنے والے پاکستانیوں کے بارے میں دستیاب تھیں یا کچھ علماء کے حاصل مطالعہ سے جو معلوم ہوا، انہی کا علم تھا۔ ان ٹی وی چینلز نے